اہل علم ہی دنیا پر حکمرانی کرتے ہیں

تحریر: سہیل احمد لون

سماجی ارتقاء انسان کی سوچ، مشاہدے، تجربات، تحقیقات اور جدو جہد کا مرہون منت ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کی جبلت میں بہتر سے بہترین کرنے کی جستجو ڈال دی۔ ایک دور میں انسان غاروں میں رہتا تھا اور پتوں سے اپنا جسم ڈھانپتا تھا اور معیار زندگی حیوانوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا۔ انسان کے اندر ازل سے ہی تجسس کی صفت نے اسے زندگی گزارنے کے بہتر مواقع سکھائے۔ رسم الخط کے ایجاد ہونے سے قبل ہی انسان تحقیقات کے مراحل سے گزر کر کئی اشیاء ایجاد اور دریافت کر چکا تھا۔ جن میں کئی ہتھیار بھی شامل ہیں جن کو وہ اپنے دفاع اور شکار کے لئے استعمال کرتا تھا۔ تاریخ لکھنے کا آغاز تحریر کے ساتھ وجود میں آیا۔ اس سے قبل انسان پتھر اور دھات کے عہد گزار کر زرعی معاشرے میں داخل ہو چکا تھا۔ ابتدا میں پتھروں، چمڑے اور پھر کاغذ پہ ہاتھ سے لکھا جاتا رہا۔ پرنٹنگ پریس کی ایجاد سے ایک انقلاب برپا ہو گیا اور بہت جلد اس کو پوری دنیا میں صنعت کا درجہ حاصل ہو گیا۔ قرآن پاک، احادیث، اخبارات، رسائل اور نصابی کتب دنیا میں عام ہوئیں جن سے مستفید ہو کر اگلی نسل اس سے بہتر کرنے کی سعی میں مصروف ہو گئی۔ دنیا میں ایک صنعتی انقلاب سے آشنا ہوئی اور دیکھتے دیکھتے صنعتی عہد کا دور بھی گزار کر انسان انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہو گیا۔ جس سے انسان نے ترقی کے مراحل اتنی سبک رفتاری سے طے کئے کہ اگر پتھر کے دور کا انسان آج کی دنیا میں قدم رکھے تو وہ کبھی یقین نہیں کرے گا کہ یہ وہی دنیا ہے جہاں وہ ایک زندگی بسر کر کے

جا چکا ہے۔ترقی کے اس دور تک سارے سفر کی وجہ جستجو اور خوب سے خوب تر کی تلاش ہے جو قدرت نے انسان میں ودیعت کر رکھی ہے۔جستجو انسان کو مطالعے اور مشاہدے کی طرف لے کر آتی ہے اور یہ بات ایک مسلمان سے بہتر کون جان سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب سے جو حرف سب سے پہلے کہا وہ اقراء ہے یعنی پڑھ.........!!! قرآن پاک کا آغاز ہی پڑھنے سے ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ علم حاصل کرو خواہ تم کو چین ہی جانا پڑے۔آپ ﷺ نے جہالت کا اندھیرا علم کی روشنی سے دور کیا۔کلام اللہ جو زبان رسول سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا کتاب نور کے ذریعے ہمیشہ انسانوں کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ آپ کے وصال کے بعد آپکے خلفاء نے بھی علم کے زیور سے آراستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔حضرت عمرؓ نے تو اپنے دورِ خلافت میں علماء اور دانشوروں کے وظائف بلا امتیاز مقرر کیئے۔جن میں یہودی، مسیحی، کفار اور مسلمان سب شامل تھے۔اور اس دور میں ڈاک کا نظام، چونگی ،ٹیکس کا نظام، دودھ پلانے والی عورتوں کو وظائف وغیرہ متعارف کروائے۔

جابر بن حیان، ابن الخلدون، بوعلی سینا، فیثا غورث، ابن الہثیم محمد بن موسی خوارزمی، الفرغانی، محمد ابن زکریا رازی، عمر الخیام، ابن بطوطہ، جلال الدین رومی، ابو حامد الغزالی، اور ان جیسے کئی سائنسدانوں اور فلاسفروں کی تحقیقات کی بدولت دنیا میں علم کی طاقت سے مسلمانوں نے دیر تک دنیا پر راج کیا۔پھر بدقسمتی سے مسلمان علمی پستی کا شکار ہو گئے۔ یہ علم ہی تھا جس نے سماج کو بدلا اور وہ زرعی اور صنعتی ترقی میں اتنا آگے پہنچ گیا کہ اب کچھ بھی کرنا ناممکن نہیں لگتا۔آج اگر دنیا کا جائزہ لیا جائے تو یہ علم اور تعلیم ہی ہے جس نے کسی ملک کو ترقی یافتہ، ترقی پذیر اور پسماندہ بنا دیا۔تعجب ہے کہ موجودہ صدی میں صرف ایک مسلمان سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کو نوبل پرائز مل سکا۔

تمام اسلامی ملکوں میں 500 یونیورسٹی ہیں جبکہ صرف انڈیا میں 8407 یونیورسٹی ہیں، اور امریکہ میں 5758 یونیورسٹی۔ اور کسی اسلامی یونیورسٹی کا نام دنیا کی 500 بہترین یونیورسٹی کی فہرست میں شامل

نہیں۔ مسلمان ملکوں میں پڑھے لکھے لوگوں کا تناسب 40 فیصد جبکہ مسیحی ملکوں میں یہ تناسب 90 فیصد اور 15 ملکوں میں یہ تناسب 100 فیصد بھی ہے۔ مسلمان ملکوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جہاں پڑھے لکھے لوگوں کا تناسب 100 فیصد ہو۔ مسلمان ملکوں میں یونیورسٹی میں داخلے کی شرح کا تناسب صرف 2 فیصد اور مسیحی ملکوں میں یہ تناسب 40 فیصد ہے۔ دنیا میں یہودیوں کی تعداد صرف 1 کروڑ 40 لاکھ ہے مگر جدید دور کے ہر شعبہ میں ان کی خدمات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ البرٹ آئن سٹائن، سیگمنڈ فرائڈ، کارل مارکس، ملٹن فریڈ مین، پال سموئلسین وغیرہ سب تاریخی سائنسدان ہیں۔ ٹیکہ لگانے والی سرنج اور سوئی کا موجد روبن، پولیو کے علاج کا موجد جوناس سالک، خون کے کینسر کے علاج کا موجد جیرٹرود ایلیون، غدود کے امراض اور ریسرچ کا اہم نام اینڈریو شالی سب یہودی ہیں۔ مختصراً یہ کہ موجودہ دور میں تمام ایجادات، تحقیقات اور تجربات پہ انہی کا قبضہ ہے۔ میڈیا کے اس دور میں سی این این، اے بی سی نیوز، واشنگٹن پوسٹ، ٹائم میگزین، نیویارک ٹائم بھی یہی چلا رہے ہیں۔ پچھلی صدی میں 180 نوبل پرائز یہودی سائنسدانوں کے حصہ میں آئے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود انہوں نے علمی طاقت سے اپنے آپ کو اتنا مضبوط کر رکھا ہے کہ NASA اور Pantagon بھی ان کی مرضی اور مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

یہ تعلیم اور علم کی برکت تھی کہ جاپان اور جرمنی جنگ عظیم کے بعد نہ صرف اپنے پاؤں پہ کھڑے ہوئے بلکہ پوری دنیا میں انہوں نے 1990ء تک معاشی استحکام میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ آج جو لیبیا، یمن، مصر اور تیونس میں ہو رہا ہے وہ علمی پستی کا نتیجہ ہے۔ اگر مسلمان ملکوں نے بھی علمی اسلحے سے اپنے آپ کو لیس کیا ہوتا تو کبھی کوئی افغانستان، عراق، لیبیا، مصر، یمن، تیونس، ایران، کویت، وغیرہ کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کی ہمت نہ کرتا۔ اگر UNO یہ کردار صرف ظلم مٹانے اور جمہوریت پھیلانے کے واسطے ادا کر رہی ہے تو کشمیر اور فلسطین سے چشم پوشی کیوں؟

ہم جہالت کی تاریکی میں ہیں جہاں ہمیں اپنے حقوق و فرائض کے راستے کا تعین کرنے میں دشواری ہوتی ہے۔ پاکستان کی خواندگی کی شرح خوفناک حد تک کم ہے۔ جعلی ڈگریوں اور بوٹی مافیا کے اس دور میں اب تو پڑھے لکھے افراد بھی متنازعہ ہوتے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں انقلاب کی باتیں کرنے والے پہلے لوگوں کے اس ہجوم کو قوم تو بنائیں جو جہالت کی گہری نیند میں ہیں کوئی ان کے شعور کو بیدار تو کرے۔ ناموس رسالت پہ جان نثار کرنے پر ہر وقت تیار رہنے والے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کر کے ان سے محبت کا عملی ثبوت دیا جا سکتا ہے۔ اب ناگزیر ہو گیا ہے کہ ملک میں تعلیمی نظام کا ڈھانچہ مکمل طور پر بدلا جائے۔ ملک بھر میں یکساں نصاب اور نظام تعلیم رائج ہو۔ کم سے کم تعلیم میٹرک ہو اور غریبوں کے لیے تعلیمی سہولیات مفت ہوں۔ تا کہ عوام کی سوچ میں وسعت آئے اور آنے والی نسل اس ملک کی ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکے۔ ہمیں یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہئے کہ ہمارے آباء واجداد نے علم کی روشنی سے فیض یاب ہو کر دنیا پر حکومت کی تھی اور یہ قانون آج تک بدلا نہیں۔

تحریر : سہیل احمد لون

سربٹن، سرے، یوکے

sohailloun@gmail.com

7 April 2011